# عہدِ رسالت ﷺ میں غیر مسلم رعایا کی صورتِ حال

سید حیدر شاہ*

**ABSTRACT:**

Islam is well wisher of humanity and religion of peace. It does not compel anyone in the matters of belief and creed. In Islam fighting is only allowed against the combatants. It is not permitted to take arms against women, children and handicapped. Islam provides protection to those non-believers who have signed treaty with Muslims, to those who have taken shelter in the Muslim territory and to the protected people [Ahl-u-zimah].

During the period of Holy Prophet [p,b.u.h] treaties were made with Jews, Christians and Parsies etc. The Holy Prophet honored all the treaties made with non-believers. In these treaties surety of life, property , honor and possession of land were granted to them . All non-believers were given freedom of belief and creed. They were treated with tolerance. In judicial matters, they were equal to the Muslims. In matters of Qisas and Diyat, they were considered equal to the Muslims. In social life it was made sure that they should be respected and well treated. They were free to opt any profession. Inspite of their mal practices and offensives committed by them, the Holy Prophet often used to forgive them. As a whole, they were treated with tolerance and full protection was provided to them.

اسلام انسانیت کا خیر خواہ اور امن و سلامتی کا دین ہے، حضور ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ مخالفین کی نفرت و عداوت کے جواب میں آپ ﷺ نے عموماً صبر و تحمل اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ مسلمانوں کو مسلح جہاد کا حکم بھی صرف محاربین کے خلاف ملا۔ غیر مسلموں میں سے جو لوگ اسلام کے خلاف جارحیت چھوڑ کر مصالحت اور اسلامی ریاست کے زیرِ انتظام آنے پر آمادہ ہوئے تو حضور ﷺ نے نہ صرف ان کی یہ پیشکش قبول فرمائی بلکہ ان کے جان و مال اور عقیدہ و مذہب کا تحفظ بھی اپنے ذمہ لیا۔ اس قسم کے لوگ اسلامی اصطلاح میں معاہد، ذمی اور مستامن کہلاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے علاوہ کچھ یہودی قبائل بھی آباد تھے۔ میثاق مدینہ میں آپ ﷺ نے انہیں بھی شامل فرمایا،

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ۔ hydershah_uob@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۱۲/اگست ۲۰۱۰ء

پھر مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں آباد عرب قبائل کے ساتھ امن معاہدوں کے ذریعے دوستانہ تعلقات قائم فرمائے، نجران کے نصاریٰ کی پیشکش پر انہیں امن نامہ عطا فرمایا۔ حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کو جنگ بندی کے لیے مصالحت پر آمادہ کرلیا۔ فتحِ خیبر کے موقع پر وہاں کے یہودی باشندوں کی درخواست پر انہیں وہاں رہائش وکاشتکاری کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ یمن و بحرین وغیرہ کے نصاریٰ و مجوس سے جزیہ قبول فرما کر انہیں بطور ذمی قبول فرمایا۔ یہ سب وہ لوگ تھے جنہوں نے حضورﷺ کی دعوت اسلام کو قبول نہیں کیا تھا بلکہ اپنے سابقہ مذاہب پر قائم رہتے ہوئے اسلامی ریاست کے ماتحت ہوگئے تھے۔ حضورﷺ نے ان کے تحفظ کی خاطر جو اقدامات فرمائے وہ مذہبی اقلیتوں کے جملہ حقوق کی حفاظت کے آئین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بطور مثال کچھ یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

### ا۔ تحفظ جان و مال:

میثاقِ مدینہ میں یہود کے متعلق درج ہے:

۱۔ یہ کہ جو یہودی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے گی، اُن پر ظلم نہیں ہوگا، نہ ان کے ساتھ انتقامی کاروائی کی جائے گی۔

۲۔ یہ کہ یہود اپنے مصارف کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے مصارف کے۔

۳۔ یہ کہ جو فریق اس میں شریک ہوں گے وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے، ان کے مقابلہ میں جو ان معاہدہ کرنے والوں سے جنگ کریں گے

۴۔ یہ کہ کوئی شخص اپنے حلیف کے ساتھ مجرمانہ فعل نہیں کرے گا، اور مظلوم مدد کا مستحق ہوگا۔

۵۔ یہ کہ حفاظت یا پناہ میں نہیں لیا جائے گا کسی خاتون کو مگر اس کے اہل (ذمہ دار) کی اجازت سے، (۱)

حضورﷺ نے میثاق مدینہ میں یہود کو جو تحفظ عطا فرمایا مسلمانوں کی جانب سے اس کی مکمل پاسداری کی گئی۔ البتہ خود یہود نے اس معاہدہ کی متعدد بار خلاف ورزی کی جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا۔

حضورﷺ کا دوسرا اہم معاہدہ نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ہوا، جس میں ان کے جان و مال کے متعلق انہیں یہ تحریر عطا فرمائی۔

”نجران اور اس کے حلقے کے لوگ اللہ کے جوار محمد رسول اللہﷺ کی ذمہ داری میں ہیں۔ ان کی جانیں، اموال، زمینیں، مذہب، حاضر وغائب، گرجے اور مملوکات کی حفاظت کی جائے گی۔۔۔۔ جو کچھ بھی کم وبیش ان کے قبضہ میں ہے اس پر غارت گری نہ ہوگی، تم سے جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا مطالبہ نہیں کیا جائیگا نہ فوجی خدمت پر بلایا جائے گا نہ تم پر عشر لگایا جائیگا اور نہ کوئی لشکر تمہاری زمین پامال کرے گا۔ اگر تم سے کوئی اپنا حق مانگے تو دونوں کے درمیان انصاف کیا جائیگا، نہ تم پر ظلم ہوگا اور نہ تمہیں ظلم کرنے دیا جائے گا۔“ (۲)

آپ ﷺ نے تمام معاہدین واہل الذمہ کو اسی طرح کے امن نامے عطا فرمائے۔ مثلاً ا ہجری کو بنی زرعہ و بنی الربعہ کو یہ دستاویز عطا ہوئی:

''ان لوگوں کو ان کے جان و مال میں امان ہے جو شخص ان پر ظلم کرے یا ان سے جنگ کرے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائیگی''(۳)

۲ھ کو بنوضمر ہ سے معاہدہ ہوا جس میں یہ تحریر تھا:

''اس پر معاہدہ ہے کہ ان کے جان و مال محفوظ ہوں گے اور ہر اس شخص کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی جو ظلم سے ان پر یکا یک ٹوٹ پڑے''(۴)

آپؐ نے معاہدین واہل الذمہ کے جان و مال کے احترام کی بار بار تاکید فرمائی، اس بارے میں ارشاد ہے:

''جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا''(۵) دوسرا ارشاد ہے:

''خبردار جس نے مارڈالا کسی ذمی کو جسے پناہ حاصل تھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تو اس نے توڑ ڈالا اللہ کی پناہ کو اور وہ نہ سونگھے گا خوشبو جنت کی جو آتی ہوگی میدان قیامت سے ستر برس کی راہ پر''۔(۶) ایک اور فرمان ہے:

''سنو جو کسی معاہد پر ظلم کرے یا اس کے حق کو کم کرے یا طاقت سے بڑھ کر اس کو تکلیف دے یا اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے تو میں اس کی طرف سے قیامت کے روز مستغیث ہوں گا''۔(۷)

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! اور نہ کسی کافر کو اس کے عہد پر قائم رہنے کے دوران قتل کیا جائے۔(۸)

مسند احمد میں آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

''جس شخص نے کسی (معاہد) کو اس کے خون اور مال پر امن دیا پھر اسے قتل کر ڈالا تو میں اس شخص سے بری ہوں اگرچہ وہ مقتول کافر ہو''(۹)

آپ ﷺ لشکر بھیجتے وقت یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اور بے شک شاید تمہاری لڑائی کسی قوم سے ہوگی اور تم ان پر غالب آجاؤ گے پھر وہ تمہیں اپنے جان و مال اور اولاد کے عوض فدیہ دیں گے اور تم سے صلح کا معاہدہ کریں گے۔ پس تم ان پر اس سے زیادہ بار نہ ڈالنا کیونکہ یہ حلال نہیں ہے۔(۱۰)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو اسے ارشاد فرمایا کہ:

''مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا''۔(۱۱)

یمن میں مسلم حکام کی جانب سے غیر مسلم رعایا کو ظلم کا اندیشہ تھا۔ جس کی آپ ﷺ نے ممانعت فرمادی، اس بات کی وضاحت حضرت انسؓ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مظلوم کی بددعا میں کوئی آڑ نہیں ہوتی اگرچہ وہ کافر ہی ہو۔(۱۲)

## دیت وقصاص:

مذہبی اقلیتوں کی تحفظ جان کے متعدد بار تاکید کے علاوہ آپ ﷺ نے عملی اقدامات بھی فرمائے، کسی معاہد کے ناحق قتل کی صورت میں آپ ﷺ نے قاتل سے قصاص بھی لیا۔ ابن بیلمانی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک معاہد کے قصاص میں (اس کے قاتل) ایک مسلمان کو قتل کروایا اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ (۱۳)

قتل ناحق میں قصاص کی متبادل صورت دیت یعنی خون بہا ہے اور قتل خطاء سرزد ہونے کی صورت میں دیت ہی لازم آتی ہے۔ حضور ﷺ نے معاہدین کے قتل کی صورت میں حسب معاہدہ ان کی دیت ادا فرمائی۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عامر کے دو افراد کی دیت (جو قتل ہوئے تھے) مسلمانوں کی دیت کے برابر دلوائی۔ (۱۴)

دیت کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ''یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمانوں کی دیت کے مثل ہے۔ (۱۵)

فتح القدیر نے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''مسلم اور غیر مسلم ذمی کی دیت برابر ہے، اور قصاص بھی''۔ (۱۶)

حضرت ابن اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر رکھی ہے (۱۷)

بعض روایات میں معاہدین واہل الذمہ کی دیت کی مختلف مقداریں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذمیوں کی دیت مسلمانوں سے آدھی ہے۔ (۱۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دیت میں بارہ ہزار (درہم) کا فیصلہ فرمایا، (۱۹) محمد بن مکحول سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجوسی کی دیت میں آٹھ سو درہم کا فیصلہ فرمایا۔ (۲۰) حضور ﷺ سے معاہدین واہل الذمہ کی دیت میں آدھی و پوری و دیگر مقداریں مروی ہیں۔ البتہ یہ تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی جانوں کو بے قیمت نہیں ٹھہرایا۔ حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ بلکہ حضرت معاویہؓ کے عہد تک یہودی ونصرانی کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر تھی۔ پھر حضرت معاویہؓ (قاتل سے پوری دیت وصول کرکے) آدھا مال بیت المال میں جمع کرتے اور آدھا مقتول کے ورثا کے حوالے کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نصف دیت کا فیصلہ فرمایا۔ (۲۱)

## حُسن سلوک:

غیر مسلموں سے گہری دوستی کرنے یا انہیں ہم راز بنانے کی تو ممانعت ہے، جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' (۲۲)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ کافروں کو اپنا راز دار مسلمانوں کو چھوڑ کر۔''

مگر جہاں تک عام برتاؤ کا تعلق ہے تو حضور ﷺ نے سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد حضرت انسؓ سے منقول ہے:

''تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سے بہترین وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان کرے'' (۲۳)

مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست میں آپ ﷺ نے تمام شرکاء معاہدہ کے ساتھ حسن سلوک کو میثاق مدینہ کا حصہ قرار دیا، جس کی پابندی قانوناً لازم تھی۔ میثاق کی ایک شق یہ تھی کہ:

''جو یہود ہمارے ساتھ ہیں ان کی مدد کی جائیگی ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے گی، نہ وہ مظلوم ہوں گے، نہ ان کے ساتھ انتقامی کاروائی کی جائیگی'' (۲۴)

فتح مکہ کے بعد وفود آنا شروع ہوئے تو طائف سے اہل ثقیف کا وفد مستامن بن کر آیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ سفر طائف میں نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ ان کی مدینہ آمد پر ایک صحابی مغیرہ بن شعبہ نے عرض کی کہ یہ میری قوم کے لوگ ہیں، کیا میں انہیں اپنے پاس اتار کران کی تواضع کروں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لا امنعك ان تكرم قومك'' (میں تمہیں منع نہیں کرتا کہ اپنی قوم کا اکرام کرو) لیکن انہیں ایسی جگہ اتارو جہاں قرآن مجید کی آواز ان کے کانوں میں پڑے۔ (۲۵)

لہٰذا مسجد نبویؐ کے احاطے میں انہیں ٹھہرایا گیا۔ اوران کی خاطر مدارت کی گئی۔

آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ غزوہ خیبر میں مسلمان ہوکر آپ کے عقد میں آئی تھیں، وہ اپنے یہودی اعزہ کے ساتھ صلہ رحمی کرتی تھیں، انہوں نے اپنی وفات پر اپنے یہودی بھانجے کے لیے اپنے ترکہ میں سے ایک تہائی کی وصیت فرمائی جسے پورا کیا گیا اوران کے بھانجے کوان کے ترکہ میں تینتیس ۳۳ ہزار درہم سے زائد رقم ملی۔ (۲۶)

حضور ﷺ معاہدین واہل الذمہ کے علاوہ دشمنوں تک سے حسن سلوک فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا، لوگ مرنے لگے، مرداراور ہڈیاں تک کھا گئے۔ ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، محمدؐ! تم ناطہ جوڑنے کا حکم لائے ہو اور تمہاری قوم مر رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی تو سات روز تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ اب لوگوں نے آکر شکایت کی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی ''یا اللہ ہمارے اردگرد برسے ہم پر نہ برسے'' اسی وقت ابر سر پر سے سرک گیا اور آس پاس برستا رہا۔ (۲۷)

نیز آپ ﷺ نے قحط کے زمانے میں مکہ کے مساکین کی امداد کے لیے پانچ سو اشرفیاں بھیجیں۔ (۲۸)

مکہ کے لیے غلہ یمامہ سے آتا تھا۔ وہاں کا سردار مسلمان ہوا تو اس نے مکہ والوں کا غلّہ بند کردیا۔ قریش نے تنگ آکر حضور ﷺ سے بواسطہ قرابت داری درخواست کی تو آپ ﷺ نے اس سردار 'ثمامہ' کو غلّہ جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ (۲۹)

غزوہ بدر میں قریش کے ستر [۷۰] کے قریب لوگ قیدی بنے۔ ان میں سے صرف دو قیدیوں کو ان کے جنگی جرائم کے سبب قتل کیا گیا، باقی کو صحابہ کرامؓ پر تقسیم فرما کر ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرمائی۔ صحابہ کرامؓ ان قیدیوں کو روٹی کھلاتے اور خود کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ (۳۰)

صحابہ کرامؓ کے ان قیدیوں کے ساتھ اس برتاؤ پر ایک ہندو مصنف لکشمن جی مہاراج نے تبصرہ کیا ہے:

''مدت مدید سے عرب میں رواج چلا آتا تھا کہ فاتح قوم اپنے اسیرانِ جنگ کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک روا رکھتی تھی، ان کو انسانیت سوز مظالم اور زہرہ گداز ستم کی آماجگاہ بنانے کے بعد نہایت بے دردی اور بے رحمی سے تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا، مگر مسلمانوں نے عین برعکس کیا۔ ان فرزندان توحید نے اپنے اسیرانِ جنگ کے ساتھ جو شریفانہ اور قابل قدر سلوک روا رکھا اس کی یاد سے آج بھی انسانی اخلاق میں ایک خاص رفعت و بلندی پیدا ہوتی ہے۔(۳۱)

یمامہ کا سردار ثمامہ بن اثال (مسلمان ہونے سے پہلے) گرفتار کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے ایک اونٹنی کا دودھ اس کی صبح و شام خوراک کے لیے مقرر فرمایا۔ مگر یہ اسے کافی نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایک آدمی دس افراد کے بقدر خوراک کھاتا تھا، مگر اسے پورا کھانا دیا جاتا تھا۔ (۳۲) غزوہ حنین میں بنو ہوازن کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے گئے۔ بعد میں بنو ہوازن کے وفد کی درخواست پر آپ ﷺ نے وہ سب قیدی بلا معاوضہ رہا کر دیئے اور تمام قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عطا فرما کر واپس کر دیا، (۳۳) غزوہ طائف میں جنگی حکمت عملی کے طور پر آپ ﷺ نے ان کے انگور کے باغات کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر کٹائی شروع کر دی۔ بنو ثقیف (اہل طائف) نے اللہ تعالیٰ و قرابت کے واسطہ سے گزارش کی کہ درختوں کی کٹائی بند کر دیں تو آپ ﷺ نے اللہ کے واسطہ اور قرابت کی خاطر ہاتھ روک لیا، (۳۴) حالانکہ اس جنگ میں بنو ثقیف کے ہاتھوں کئی مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کی رعایت فرمائی۔ یہ تمام واقعات شاہد ہیں کہ حضور ﷺ کی رحمت عامہ سے معاہدین و محاربین میں کوئی بھی محروم نہ رہا تھا۔

## مذہبی رواداری:

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لا اکراہ فی الدین ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں۔(۳۵) حضور اقدس ﷺ نے دین میں عدم اکراہ کے علاوہ مختلف مذاہب والوں کے ساتھ عدم مداخلت و رواداری کو بھی یقینی بنایا۔ آپ ﷺ کی مدینہ آمد پر یہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ آپ ﷺ نے یہاں کی کثیر الاجناس آبادی کے لیے ایک دستور مرتب فرمایا، اس دستور میں علاوہ دیگر امور کے مختلف اہل مذاہب میں مذہبی رواداری کو لازمی ٹھہرایا۔ یہاں مسلمانوں کے علاوہ یہود کے کئی قبائل آباد تھے۔ میثاقِ مدینہ میں ان کے مذہبی حقوق خاص طور پر مذکور ہیں۔ مثلاً:

۱۔ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں ہی میں (ایک سیاسی وحدت) شمار کیے جائیں گے، مسلمانوں کے واسطے ان کا دین ہے، اور یہود کے واسطے ان کا دین اور ہر ایک کے موالی بھی ان کے ساتھ ہیں، اور جو شخص ظلم یا گناہ کرے گا وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو ہلاک کرے گا۔

۲۔ بنی نجار کے یہود کے واسطے بھی وہی ہے جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے۔

۳۔ بنی حرث و بنی ساعدہ و بنی جشم و بنی اوس و بنی ثعلبہ اور بنی شطنہ، ان سب یہود کے واسطے وہی ہے جو بنی عوف

کے یہود کے واسطے ہے۔(۳۶)

ہجرت مدینہ کے بعد رفتہ رفتہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو مختلف علاقوں کے یہود نصاریٰ اور مجوس وغیرہ اسلامی ریاست کے زیر انتظام آ گئے تو انہیں مذہبی طور پر بالکل آزاد رکھا گیا، مختلف مواقع پر انہیں امن نامے عطا کیے گئے، ابن سعد سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی الحارث بن کعب کے پادریوں اور نجران کے پادریوں، کاہنوں، ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے درویشوں کے لیے تحریر فرمایا کہ:

''جو قلیل و کثیر (منقولہ و غیر منقولہ) ان کے گرجے، صلوات اور صوامع کی ان کے تحت ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہمسایہ ہیں، وہ سب ان عیسائیوں کی رہیں گی جب تک وہ خیر خواہی کرتے رہیں گے اور جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کی اصلاح کرتے رہیں گے تو نہ ان پر کسی قسم کا بوجھ پڑے گا اور نہ وہ خود ظلم کریں گے،(۳۷)

غزوہ خیبر ۷ھ میں مسلمانوں کو مال غنیمت میں تورات کے کچھ نسخے بھی ہاتھ آئے۔ جنہیں لینے کے لیے یہود حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں یہ نسخے واپس لوٹا دیئے، یہود آپ ﷺ کے اس طرز عمل کے احسان مند تھے کہ آپ ﷺ نے ان کی مقدس کتب کی بے حرمتی نہیں کی،،(۳۸) حضور ﷺ کے زمانہ میں بحرین اور حجر وغیرہ علاقے اسلامی عملداری میں شامل ہوئے یہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا اور کچھ لوگ اپنے سابقہ مذاہب پر رہے اور جزیہ دے کر بطور ذمی اسلامی ریاست کی رعایا بنے۔ مجوس حجر کو آپ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا،''اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور تم پر وہی فرائض ہیں جو ہم پر ہیں اور انکار کرنے والے پر جزیہ ہے۔ ہم نہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں گے اور نہ تمہاری عورتوں سے نکاح کریں گے''۔(۳۹) یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح مجوس کو بھی مذہبی طور پر آزاد رکھا گیا۔ یمن کے عامل حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور ﷺ نے اپنے ایک خط میں علاوہ دیگر امور کے اس بات کی تاکید فرمائی کہ ''کسی یہودی کو اسکے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے۔(۴۰) نجران کے نصاریٰ کا وفد ۱۰ھ میں مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی کے احاطے میں ٹھہرایا۔ جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں اپنی نماز ادا کرنا چاہا۔ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا مگر حضور ﷺ نے فرمایا، انہیں ادا کرنے دو۔ چنانچہ ان نجرانی لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی نماز پڑھی،(۴۱) پھر ان کے ساتھ صلح نامہ میں مذہب کے متعلق یہ تحریر عطا فرمائی کہ ''نہ ان کے بیعوں کو توڑا جائے گا، نہ ان کے پادری نکالے جائیں گے اور نہ ان کو ان کے دین سے فتنہ میں ڈالا جائے گا جب تک وہ خود کوئی نئی بات نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔(۴۲)

کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کتھرائن کے راہبوں کو آپ ﷺ نے جو امان نامہ عطا فرمایا اس میں مذہب کے متعلق درج تھا کہ ''ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا، کسی عیسائی کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے گا، کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا اور نہ کسی زائر کو سفر زیارت سے روکا جائے گا۔ مسجد یا

مسلمانوں کے مکان بنانے کے لیے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے گا۔ جن عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لیے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے، اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائیگا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور خدا اور رسول ﷺ کے ان احکام کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کیے گئے تھے، اگر مسلمان کسی بیرونی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کی حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائیگا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول ﷺ کا نافرمان تصور ہوگا'' (۴۳)

## عفوو درگزر:

قریش مکہ اہل طائف اور یہود مدینہ نے حضور اُقدس ﷺ کی ایذا رسانی میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ۱۰ نبوی میں تبلیغ دین کی خاطر طائف کے سفر میں بنوثقیف کی بدسلوکی اور پتھراؤ سے آپ ﷺ خون سے تر بتر ہوکر ایک باغ میں پناہ گزیں ہوئے اور اللہ کے حضور دست بدعا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک الجبال کو بھیجا کہ اگر آپ ﷺ حکم کریں تو تمام اہل طائف کو دو پہاڑوں کے بیچ کچل دیا جائے۔ مگر آپ ﷺ نے ان سے درگزر کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اللہ کی بندگی کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرے گی،(۴۴)

غزوہ بدر ۲ھ میں قریش نہتے مسلمانوں پر چڑھ دوڑے تھے۔ مگر شکست سے دوچار ہوئے اور ان میں سے ستر مقتولین کے علاوہ ستر کے قریب لوگ قیدی بنے۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے مسلمانوں کو شدید تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مگر حضورؐ نے کچھ فدیہ لیکر انہیں آزاد کر دیا۔ جن کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی انہیں بدون فدیہ رہا کر دیا۔ کچھ خواندہ قیدیوں کے ذمہ لگایا کہ وہ دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔ یہی ان کا فدیہ تھا۔ ان میں سے صرف دو قیدیوں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا گیا۔ یہ دونوں مسلمانوں سے عداوت و ایذا رسانی میں بہت آگے تھے۔ جنگی نقطہ نظر سے ان کا قتل کیا جانا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ صرف جنگی قیدی نہیں بلکہ جدید اصطلاح میں جنگی مجرم تھے۔ (۴۵)

غزوہ بدر کی شکست پر قریش مکہ کا غیض وغضب مزید بھڑک اٹھا۔ ایک دشمن اسلام صفوان بن امیہ نے ایک شخص عمیر بن وہب کو حضور ﷺ کے قتل پر آمادہ کیا۔ عمیر زہر میں بجھی تلوار لے کر مدینہ پہنچا تو گرفتار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ اس کی آمد کا مقصد پوچھا اور پھر خود ہی اس کے دل کا بھید ظاہر فرما دیا۔ وہ متعجب ہوکر معافی کا خواستگار ہوا تو آپ ﷺ نے اسے معاف فرما کر رہا کر دیا۔ (۴۶)

غزوہ احد ۳ھ میں اسلامی لشکر اپنی ایک غلطی کی وجہ سے کفار کے نرغے میں آ کر پسپا ہونے لگا۔ ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ اس موقع پر قریش نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کی پوری کوشش کی۔ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو پتھر مارا جس کی ضرب سے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔ آپ ﷺ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ عبداللہ بن قمئہ نے آپ ﷺ پر تلوار کے بھرپور وار کیے ایک وار سے خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے چہرہ کے اندر دھنس گئیں۔ اور سر بھی زخمی ہو گیا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

''رَبّ اغفِر لِقومی فانھم لا یعلمون'' (۴۷) ''اے میرے رب میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ دعا مانگ رہے تھے ''اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون'' (۴۸) ''اے اللہ میری قوم کو ہدیت دے کیونکہ یہ ناواقف ہے''۔

ابوسفیان بن حرب نے ایک شخص فرات بن حیان کو مدینہ طیبہ بھیج رکھا تھا۔ یہ شخص قریش کے لیے مسلمانوں کی مخبری کرتا تھا۔ بالآخر گرفتار ہوا اور حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اس نے جان بچانے کے لیے اپنے کو مسلمان بتایا۔ حضور ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے ایمان کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔ (۴۹) یعنی صرف زبانی اظہار اسلام پر اس کے شدید جرم (مخبری) سے درگزر فرمایا کر اسے آزاد کر دیا۔

مدینہ کے ایک منافق لبید بن اعصم نے آپ ﷺ پر جادو کیا۔ اس جادو کا اثر آپ ﷺ پر چھ ماہ تک رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس جادو کو ختم کر کے آپ کو شفا دی۔ لبید بن اعصم کے اس جرم کا پتا چلنے پر لوگوں نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ مگر آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت نہیں دی بلکہ خود بھی کبھی اس شخص سے خفا نہیں رہے۔ (۵۰) غزوہ خیبر ۷ھ میں ایک یہودی عورت زنیب بنت حارث نے آپ کی ضیافت میں زہریلا گوشت پیش کیا۔ جس کا ایک نوالہ چبا کر آپ نے اگل دیا۔ اس عورت کو بلا کر باز پرس کی گئی تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ مگر حضور ﷺ نے اسے کوئی سزا دیئے بغیر ہی معاف کر دیا۔ (۵۱) یہ گوشت اس قدر مسموم تھا کہ فقط ایک نوالہ چبانے سے آپ ﷺ کو اس کا زہریلا اثر محسوس ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ اپنے مرض الوفات میں فرماتے تھے۔ ''عائشہؓ مجھے اب تک اس (زہر آلود) کھانے کی تکلیف محسوس ہوتی ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا، اب معلوم ہوتا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ کٹ گئی ہے۔ (۵۲)

غزوہ ذات الرقاع ۷ھ کے سفر میں ایک منزل پر جب آپ ﷺ اپنی تلوار ایک درخت سے لٹکا کر وہیں سو رہے تھے تو ایک دشمن غورث بن حارث نامی شخص نے آپ ﷺ کو تنہا پا کر اپنی تلوار سونت لی اور للکارا کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اطمینان سے جواب دیا اللہ، یہ جواب سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، آپ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر اس سے پوچھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا آپ ﷺ اچھے پکڑنے والے بنیں۔ (یعنی مجھے معاف کر دیں) تو آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ (۵۳)

فتح مکہ ۸ھ پر قریش کی تمام نفرت وعداوت کے باوجود آپ ﷺ نے اسلامی لشکر کو تاکید فرمائی کہ کسی زخمی پر حملہ نہ کرو، کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرو اور کسی قیدی کو قتل نہ کرو۔(۵۴) پھر فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا سے امان ہے، جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے اور جو مسجد حرام میں چلا جائے اسے امان ہے۔(۵۵) پھر آپ ﷺ نے تمام قریش کو حرم شریف میں خطاب کر کے فرمایا ''اے قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''بھلا'' کیونکہ آپ ﷺ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔(۵۶) اس موقع پر بعض مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات (جو ان کی ہجرت کے بعد قریش نے قبضہ کر لیے تھے) انہیں واپس دلائے جائیں۔ مگر ۹ھ کو حضور ﷺ غزوہ تبوک آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارا جو مال اللہ کی راہ میں جا چکا ہے میں اسے واپس نہیں کرتا۔ یہ سن کر تمام مہاجرین خاموش ہو گئے۔ جس مکان میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تھے اور جس مکان میں آپ ﷺ کی شادی ہوئی تھی (وہ سب قبضہ ہو چکے تھے) آپ ﷺ نے ان کا ذکر تک نہیں فرمایا(۵۷) فتح مکہ میں حضور ﷺ کے عفو عام کے متعلق لکشمن جی لکھتے ہیں۔

''ایک چشم زدن میں حاضر وغیر حاضر، موجود اور غیر موجود سب ستمگار معاف کر دیئے گئے'' اور ایسی حالت میں جب وہ مفتوح تھے قیدی تھے، زیردست تھے جب ان میں مقابلہ کی تاب نہ تھی جب ان میں انتقام کی قدرت نہ تھی، جب وہ بے بس تھے بے کس تھے تو مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ رحم در حقیقت افضل ترین ہے جو اپنے جانی دشمنوں پر کیا جائے۔ جب تمہارے ہاتھوں میں انتقام لینے کی پوری قوت موجود ہو۔ یہ وہ فقید المثال واقعہ ہے جس کا جواب تاریخ عالم سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔(۵۸)

راستہ میں ایک گھاٹی سے آپ ﷺ گزر رہے تھے اور ایک صحابی حضرت حذیفہ بن یمان کے علاوہ کوئی ساتھ نہ تھا اس موقع پر بارہ منافقین قتل کے ارادہ سے آپ ﷺ کی طرف بڑھے۔ سب نے اپنے چہرے ڈھانک رکھے تھے۔ حضور ﷺ کے حکم پر حضرت حذیفہؓ نے منافقین کی سواریوں کے منہ پر اپنی ڈھال سے مارنا شروع کیا جس سے اللہ نے انہیں مرعوب کر دیا اور وہ تیزی سے بھاگ کر غائب ہو گئے۔ بعد میں آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ان کے نام بتائے اور ان کے ارادے سے باخبر کیا۔(۵۹) مگر ان سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی سزا دی۔

فتح خیبر کے بعد ایک صحابی سہل بن ابی حثمہ وہاں یہود کے علاقے میں مقتول پائے گئے جسے قتل کر کے کھیتوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہود سے باز پرس کی تو انہوں نے قسمیں کھا کر ان کے قتل سے برات ولاعلمی کا اظہار کیا۔ وہاں صرف یہود آباد تھے اس لیے قسامت کے قانون کے تحت خون بہا کے وہی ذمہ دار بنتے تھے۔ مگر حضور ﷺ نے ان سے درگزر کرتے ہوئے مقتول کے ورثا کو خون بہا اپنے پاس سے ادا فرمایا۔(۶۰) یہود سے اس قتل کا قصاص یا خون بہا لینے کی قانوناً پوری گنجائش تھی مگر حضور ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ یہ چند واقعات اس امر کا ثبوت ہیں کہ حضور ﷺ ذمی معاہدین بلکہ دشمنوں تک سے عموماً عفو در گزر کا معاملہ فرماتے تھے۔ اور خصوصاً اپنی ذات کے لیے تو کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا۔

## عدل وانصاف:

عہد نبویﷺ میں مذہبی اقلیت یعنی یہود ونصاریٰ کو عدالتی وقانونی خود مختاری حاصل تھی۔ البتہ انہیں اجازت تھی کہ چاہیں تو اپنے مقدمات اسلامی عدالت میں پیش کریں۔ اس قسم کے بعض مقدمات کی سماعت خود رسالت مآبﷺ نے فرمائی اور قانون شخصی یعنی تورات کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ مثلاً ایک مرتبہ شادی شدہ یہودی مرد وعورت آپﷺ کے پاس لائے گئے جنھوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، آپﷺ نے ان کا فیصلہ تورات کے مطابق فرمایا اور انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ (۶۱) آپﷺ نے اہل نجران کو عدل کے متعلق یہ تحریر عطا فرمائی تھی:

''تم میں سے اگر کوئی اپنا حق مانگے گا تو ان کے درمیان انصاف کیا جائیگا۔ نہ تم پر ظلم ہونے دیا جائے گا اور نہ تمہیں ظلم کرنے دیا جائے گا۔

۔۔۔تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں نہ پکڑا جائے گا۔ (۶۲)

ایک شخص طارق محاربی کا بیان ہے کہ جب عرب میں اسلام پھیلنا شروع ہوا تو ہم چند آدمی ربذہ سے نکلے اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ہم خدمت اقدس میں پہنچے تو آپﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر ایک انصاری نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہﷺ یہ لوگ بنوثعلبہ ہیں۔ ان کے مورث نے ہمارے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ اسکے بدلے میں ان کا ایک آدمی قتل کرادیجیے۔ آپﷺ نے فرمایا:"الا لا یجنیٰ والد علی ولدہ" (۶۳) باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جاسکتا۔

فتح خیبر کے بعد وہاں کی پیداوار کی تقسیم کے لیے آپﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے کھیتوں اور پھلوں کا تخمینہ کیا۔ یہود نے کہا کہ تم نے اندازہ میں ہم پر زیادتی کی۔ عبداللہ بن رواحہ نے جواب دیا (ان دونوں حصوں میں سے جو) تم چاہو لے لو اور جو چاہو ہمیں دے دو۔ یہود نے (ان کے اس عدل پر) کہا کہ اسی بات پر تو زمین وآسمان (کا نظام) قائم ہے (۶۴) باوجود اقتدار کے صحابی رسولﷺ کی اس قدر رعایت نے یہود کو متحیر کردیا۔ ایک مرتبہ ابوحدرد نامی صحابی پر کسی یہودی کے چار درہم واجب الادا تھے۔ وہ اسے حضورﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ آپﷺ نے فرمایا، اس کا قرض ادا کرو۔ صحابی نے ناداری کا عذر کر کے مہلت مانگی۔ یہودی مہلت دینے پر تیار نہ تھا تو حضورﷺ نے اسے فوری طور پر ادائیگی کا حکم فرمایا، بالآخر اس صحابی نے اپنا کپڑا اتار کر اس یہودی کے حوالے کیا جس نے اسے چار درہم میں بیچ کر اپنا قرض وصول کیا۔ (۶۵) ایک مرتبہ بشر نامی شخص کا (جو بظاہر مسلمان تھا) کا کسی یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ دونوں باہمی رضامندی سے مقدمہ حضورﷺ کے پاس لائے۔ آپﷺ نے معاملہ کی تحقیق فرمائی تو حق یہودی کا ثابت ہوا، تو اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور بشر کو جو بظاہر مسلمان تھا ناکام کردیا۔ (۶۶) یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ آپﷺ کے دربار میں کسی غیر مسلم کی حق تلفی اور کسی مسلمان کی بے جا حمایت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ سب کے ساتھ بے لاگ عدل وانصاف ہوتا تھا۔

جزیہ:

قرآن مجید میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ (ذمیوں) سے جزیہ لینے کا حکم ہے۔ حضورﷺ نے ان کے علاوہ مجوس کو اہل کتاب کے مشابہ قرار دیکر ان سے بھی جزیہ لیا۔ یہ جزیہ ذمیوں کی حفاظت اور ان کی اطاعت شعاری کے نشان کے طور پر لیا جاتا تھا۔ آپﷺ نے مفتوحین و معاہدین اہل ذمہ سے ان کے حسب حالت مختلف شرح سے جزیہ لیا۔ مثلاً ۷ھ میں خیبر بذریعہ شمشیر فتح ہوا۔ تو اہل خیبر کو ان کی خواہش پر بطور کاشتکار وہیں رہنے دیا گیا۔ اور زرعی پیداوار کی نصف بٹائی پر معاملہ ہوا، (۶۷) زمین پر ان کی کوئی ملکیت نہ تھی۔ اہل فدک نے بغیر جنگ کے اطاعت قبول کی، ان سے پیداوار کی نصف بٹائی پر مصالحت ہوئی۔ (۶۸) اور زمین پر ان کی ملکیت باقی رہی۔ وادی القریٰ بذریعہ جنگ فتح ہوا۔ یہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی خیبر کی طرح نصف پیداوار پر معاملہ ہوا۔ (۶۹) اہل تیما سے جزیہ پر مصالت ہوئی اور زمینیں ان کے قبضہ میں رہیں۔ (۷۰) اہلِ جرش و تبالہ نے اسلام قبول کیا۔ ان میں سے جو اہلِ کتاب (بطور ذمی) تھے ان کے ہر بالغ پر ایک دینار (سالانہ) مقرر ہوا اور یہ شرط لگائی گئی کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت کریں گے۔ (۷۱) ۹ھ میں دومۃ الجندل کے والی اکیدر کو گرفتار کر کے جزیہ کی ادائیگی پر معاہدہ کے بعد رہا کیا گیا، (۷۲) ایلہ کے حاکم نے تبوک کے سفر میں حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔ وہاں کے ہر بالغ پر ایک دینار فی کس سالانہ جزیہ مقرر ہوا۔ (۷۴) اہل ازرح نے بھی حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا اور ان سے مجموعی طور پر سو دینار سالانہ پر معاہدہ ہوا۔ (۷۵)

۹ھ میں اہل مقنا سے کتے ہوئے (سوت) اور گھوڑوں، زرہوں اور پھلوں (کی پیداوار) کے چوتھے حصے پر مصالحت ہوئی۔ (۷۶) ۱۰ھ میں اہل نجران کی پوری آبادی سے مجموعی طور پر ایک ایک اوقیہ (چاندی) کی مالیت کے کل دو ہزار حلوں (کپڑوں کا جوڑا) پر مصالحت ہوئی، ایک ہزار حلے رجب میں اور ایک ہزار صفر میں، حلوں کے عوض اسی مالیت کے گھوڑے، اونٹ یا نقدی دینا چاہیں تو بھی وہ قابل قبول تھے۔ (۷۷) بحرین کے بادشاہ اور اکثر آبادی نے اسلام قبول کیا۔ باقی لوگوں میں کچھ یہود و مجوس تھے جن سے اناج اور کھجور کی پیداوار کی نصف بٹائی پر معاملہ ہوا۔ (۷۸) ۹ھ میں شاہان حمیر نے اسلام قبول کیا۔ اور ذمیوں میں یہود و نصاریٰ پر فی کس ایک دینار سالانہ نقد یا اسی قدر جنس جزیہ مقرر ہوا۔ (۷۹) ۱۰ھ میں بنی حرث بن کعب کے یہود و نصاریٰ (ذمیوں) پر ایک دینار فی کس سالانہ جزیہ مقرر کیا گیا۔ (۸۰) یمن بذریعہ مصالحت فتح ہوا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ بطور حاکم و قاضی مقرر ہوئے۔ اور ایک دینار سالانہ نقد یا اس کے بقدر معافری (کپڑا) جزیہ پر معاملہ ہوا۔ (۸۱) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے یہود و نصاریٰ اور مجوس (ذمیوں) پر فی کس جزیہ عام طور پر ایک دینار سالانہ نقد یا جنس مقرر فرمایا۔ اور بعض سے ان کی زرعی پیداوار کی بٹائی پر مصالحت فرمائی۔ جزیہ دراصل ذمی اقوام کی حفاظت کا بدل تھا۔ کیونکہ ان سے دفاعی خدمات نہیں لی جاتی تھیں۔ اسکے علاوہ یہ ان کی ماتحتی و اطاعت گزاری کی علامت بھی تھا۔

ذمی اور معاہدین سے جزیہ کے علاوہ عشور کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے جس کی بنیاد پر بعد میں ان سے تجارتی ٹیکس لیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کا رشاد ہے ''انما العشور علی الیھو د و النصاریٰ و لیس علی المسلمین عشور'' (۸۲)

''مسلمانوں پر عشور نہیں، عشور صرف یہود و نصاریٰ پر ہے''

یعنی مسلمان اگر باہر سے سامان تجارت لائیں تو ان پر اپنے ملک میں ٹیکس نہیں ہوگا جبکہ غیر مسلموں سے سامان تجارت پر ٹیکس لیا جائے گا اور عشور سے اس کی شرح بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ ٹیکس سامان تجارت کا دسواں حصہ ہوگا۔ ایک اور حدیث میں اس ٹیکس کے وقت کی تحدید بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے۔

"ان لا تشعرھم فی السنة الامرة'' (۸۳) ''یہ کہ عشور مت لو مگر سال میں ایک مرتبہ''

یعنی کسی تاجر کے سامان تجارت پر بار بار ٹیکس نہیں لیا جائیگا۔

آپ ﷺ نے عشور کی وصولی میں نرمی کی تاکید فرمائی ہے اور بے جا سختی کرنے والے عملے کو وعید سنائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

''لایدخل الجنة صاحب مکس، قال أبو محمد یعنی عشاراً'' (۸۴) صاحب مکس جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ابو محمد کہتے ہیں کہ اس سے عشور کی وصولی میں ظلم کرنے والا مراد ہے۔

ذمی اقوام کے ساتھ حضور ﷺ کا عمومی برتاؤ نرمی و درگزر کا تھا اور ان کے تمام حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا۔ مگر کبھی ان کی سرکشی و ضرر رسانی کے انسداد کی خاطر حکمت عملی کے طور پر سخت رویے کی اجازت بھی دی ہے۔ مثلاً ارشاد نبوی ہے:

''اذالقیتمو ھم فی الطریق اضطر و ھم إلیٰ اضیقہ'' (۸۵)

جب راستے میں ان سے تمہارا سامنا ہو تو انہیں راستے کے کنارے چلنے پر مجبور کرو۔

نیز ان کی عام بد دیانتی کے باعث مسلمانوں کو ان کے ساتھ کاروباری شراکت میں محتاط رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپؐ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ شراکت سے منع فرمایا مگر یہ کہ خرید و فروخت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ (۸۶) یہود و نصاریٰ کی کاروباری خیانت کے باوجود آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جواب میں ان کے ساتھ دیانت داری کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

''جو تمہارے پاس امانت رکھے تو اسے پوری پوری لوٹا دو اور اس کے ساتھ بھی خیانت مت کرو جو تمہارے ساتھ خیانت کرتا ہو'' (۸۷)

## ماحصل:

حضور ﷺ ساری انسانیت کے لیے بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی آرزو اور انتہائی کوشش یہ تھی کہ تمام انسان کفر و شرک کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلیں۔ مگر اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے کسی پر جبر و اکراہ کو روا نہیں رکھا۔ مسلح جہاد بھی ابتداً اپنے دفاع کے لیے مشروع ہوا۔ غیر مسلموں میں سے جس نے اسلام تو قبول نہ کیا مگر کوئی جارحیت بھی اختیار نہ کی بلکہ مسلم ریاست میں اطاعت گزار اور امن پسند رعیت بن کر رہنے پر آمادہ ہوا تو حضور ﷺ نے اس قسم کے لوگوں کو نہ صرف ان کے اپنے مذاہب پر کاربند رہنے کی اجازت دی بلکہ ان کے ساتھ اس قدر حسن سلوک کا مظاہرہ کیا کہ انہیں کسی

قسم کی ذلت یا گھٹن کا احسان تک نہ رہا۔ انہیں عام زندگی میں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل تھے اور نظام عدل و انصاف میں بھی ان کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا، اس لیے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جس طرح کا برتاؤ حضور ﷺ نے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ فرمایا، تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

## مراجع وحواشی:


۱۔ محمد میاں سید، محمد رسول اللہ، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۹۹۸ء ص: ۵۰۶۔۵۰۱

۲۔ ابن قیم حافظ، زادالمعاد (ترجمہ رئیس احمد جعفری)، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ۱۸۷/۳

۳۔ ابن سعد، محمد البصری، الطبقات الکبریٰ (اردو ترجمہ عبداللہ عمری)، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۳ء، ۳۹۰/۲　　۴۔ ایضاً ۳۹۴/۲

۵۔ بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب اثم من قتل معاہداً بغیر جرم، ۲۲۶/۲

۶۔ ترمذی محمد بن عیسیٰ، الجامع، باب ماجآء فی الرجل یقتل ابنہ یقادمنہ ام لا، ۵۱۰/۱

۷۔ الخطیب محمد بن عبداللہ، مشکواۃ، باب الصلح، حدیث: ۳۸۶۸، ۲۷۳/۲

۸۔ نسائی احمد بن شعیب، سنن نسائی، باب القود بین الاحرار والممالیک، ۲۹۴/۳

۹۔ احمد بن حنبل امام، مسند احمد، بیروت، دارالفکر، ۴۳۷/۵

۱۰۔ بیہقی حسین بن علی، السنن الکبریٰ، باب لا یاخذ المسلمون من ثمار اہل الذمہ ولا اموالھم شیاء بغیر امرھم، ۲۰۴/۹

۱۱۔ المنذری عبدالعظیم، الترغیب والترہیب، باب الترہیب من الظلم، ودعاء المظلوم وخذلہ، حدیث: ۱۴، ۱۸۶/۳

۱۲۔ ایضاً حدیث: ۲۱، ۱۸۸/۳　　۱۳۔ نعمان بن ثابت، مسند امام اعظم، باب القتل المسلم بالذمی قصاصاً ص: ۳۷۲

۱۴۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فیمن یقتل نفساً معاہداً، ۵۱۱/۱　　۱۵۔ مسند امام اعظم، کتاب الجنایات، ص: ۴۸۴

۱۶۔ محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، سکھر، مکتبہ نوریہ رضویہ، ۲۰۶/۴

۱۷۔ علی بن عمر، السنن الدارالقطنی، کتاب الحدود والدیات، حدیث: ۳۲۵۹، ۱۷۴/۳　　۱۸۔ السنن نسائی، باب کم دیت الکافر، ۳۱۲/۳

۱۹۔ السنن الدارالقطنی، کتاب الحدود والدیات، حدیث: ۱۵۵/۳۳۲۱۸

۲۰۔ عبدالرزاق، المصنف، کراچی، ادارۃ القران والعلوم الاسلامیہ، ۱۹۹۴ء، جلد: ۱۰، حدیث: ۱۸۴۹۰

۲۱۔ ایضاً جلد: ۱۰، حدیث: ۱۸۴۹۱　　۲۲۔ القرآن، النسآء: ۱۴۴

۲۳۔ خطیب، مشکواۃ، باب الشفقت والرحمۃ علی الخلق، حدیث: ۹، ۴۷۷، ۴۵۳/۲　　۲۴۔ محمد میاں سید، محمد رسول اللہ، ص: ۵۰۶۔۵۰۱

۲۵۔ منصور پوری محمد سلیمان سلمان، رحمت العلمین، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۶۶/۱　　۲۶۔ طبقات الکبریٰ، ۴۰۸/۱

۲۷۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، ۴۷۲/۱

۲۸۔ حمیداللہ ڈاکٹر، اسلامی ریاست، لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ، ص: ۱۱۸　　۲۹۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۸۱۴/۲

۳۰۔ مبارکپوری صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، لاہور، مکتبہ سلفیہ، ۲۰۰۱ء، ص: ۲۵۴

۳۱۔ لکشمن جی مہاراج، عرب کا چاند، روڑی، ضلع حصار، دارالکتب سلیمانی، ص: ۲۵۴　　۳۲۔ حمیداللہ ڈاکٹر، اسلامی ریاست، ص: ۱۱۷

۳۳۔ مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۵۷۳　　۳۴۔ ایضاً، ص: ۵۶۸　　۳۵۔ القرآن، البقرہ: ۲۵۶

۳۶۔ ابن ہشام عبدالملک، سیرۃ النبی، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۴ء، ۳۳۸/۱　　۳۷۔ ایضاً ۳۸۷/۲

۳۸۔ سید محمد میاں۔ محمد رسول اللہ، ص: ۵۴۶

۳۹۔ بلاذری احمد بن یحیٰی، فتوح البلدان (ترجمہ ابوالخیر مودودی) کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۰ء، ص: ۱۳۰ ۴۰۔ ایضاً ص: ۱۱۷

۴۱۔ علی بن برہان الدین، سیرۃ حلبیہ، (ترجمہ محمد اسلم قاسمی)، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء، ۱۴۹/۶

۴۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الجزیہ، ۲۰۲/۹

۴۳۔ سید امیر علی، روح اسلام (ترجمہ محمد ہادی حسین)، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۷۹

۴۴۔ مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب مالقی النبیؐ من اذی المشرکین والمنافقین ۷۵/۵

۴۵۔ مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۳۱۲ ۴۶۔ ابن ہشام۔ سیرۃ النبی، ۴۶۲/۱

۴۷۔ مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوہ احد، ۷۲/۵

۴۸۔ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، بیروت، دارالفکر، ۲۳۷/۱

۴۹۔ سلیمان بن اشعث ابی داؤد، السنن، باب الجاسوس الذمی، حدیث: ۳۴۳/۲،۸۸۱

۵۰۔ ابن کثیر حافظ عماد الدین، تفسیر القرآن، (اردو ترجمہ میمن جوناگڑھی)، کراچی، نور محمد کارخانہ کتب، ۶۲۱/۲

۵۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی ۲۳۲/۲ ۵۲۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبیؐ ووفاتہ، ۷۵۹/۲

۵۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، لاہور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹۸۱ء، ۴۲۶/۷

۵۴۔ مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۵۹۵ ۵۵۔ شبلی نعمانی، فتح مکہ، اسلام آباد، نیشنل بک فاونڈیشن، ص: ۴۶۹

۵۶۔ کاندھلوی محمد ادریس، سیرۃ مصطفیٰ، لاہور، سبحانی اکیڈمی ۲۰۴/۳ ۵۷۔ کاندھلوی، سیرۃ مصطفیٰ ۲۱۲/۳

۵۸۔ لکشمن جی مہاراج، عرب کا چاند، روڑی، ضلع حصار، دارالکتب سلیمانی ص: ۴۵۱

۵۹۔ مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۵۸۷ ۶۰۔ سنن نسائی، باب تبدئۃ اہل الدم فی القسامۃ، حدیث: ۲۸۴/۳۴۷۱۷

۶۱۔ سنن ابی داؤد، باب فی رجم الیہودیین، حدیث: ۳۹۰/۳۱۰۳۹ ۶۲۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۰۹

۶۳۔ السنن الدار القطنی، کتاب البیوع، حدیث: ۵۵/۳،۲۹۵۷ ۶۴۔ بلاذری۔ فتوح البلدان، ص: ۵۰

۶۵۔ مسند احمد، ۴۲۳/۳ ۶۶۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارہ معارف، جنوری ۱۹۸۱ء، ۴۵۶/۲

۶۷۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص: ۹۹۔۵۴ ۶۸۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی، ۳۲۶/۲

۶۹۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۹۔۱۰۰ ۷۰۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی، ۳۳۷/۲

۷۱۔ ایضاً ۳۸۳/۲ ۷۲۔ قطب الدین محمد، مظاہر حق لکھنو، مطبع نولکشور، ۱۹۶۷ء، باب الجزیۃ، ۴۴۵/۳

۷۳۔ سنن ابی داؤد، باب فی التعشیر اہل الذمہ اذا اختلفوا بالتجارۃ، ۵۱۵/۲ ۷۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الجزیہ، ۲۱۱/۹

۷۵۔ السنن الدارمی، باب الکراہیۃ ان یکون الرجل عشار، ۳۳۰/۱

۷۶۔ الجامع لترمذی، باب ماجآء فی کراہیۃ ان یکون الرجل عشاراً، ۲۲۹/۲

۷۷۔ ابن قیم محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمہ، سعودیہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۰۸

۷۸۔ سنن ابی داؤد، باب فی الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ ۷۴/۳